© rasailojaraid.com

ہو اور (دوسری گواہی کے طور پر) وہ قسم کھائے تو اس کی بات مسلّم ہے، حالانکہ یہ بھی خبر واحد ہیں۔ تو حدیثِ رسولؐ اگر خبرِ واحد ہو تو اسے حجت تسلیم کیوں نہیں کیا جا سکتا؟

آخر میں علامہ صاحب نے یہ وضاحت بھی فرمائی کہ خبرِ واحد کا یہ معنیٰ نہیں کہ ہر ایرے غیرے کی بات کو مان لیا جائے، خبرِ واحد وہ حجت ہے جو صحیح ہو اور محدثین کے معیار پر پوری اترتی ہو، کیونکہ جھوٹے تو ہزار ہوں تب بھی جھوٹے ہیں۔

نیز یہ کہ:

اس موضوع پر سینکڑوں دلائل میرے سامنے ہیں، لیکن قلت وقت کی بناء پر انہیں پیش کرنا ناممکن ہے۔

پروفیسر قاضی مقبول احمد:

موصوف نے "کتاب و سنت کے باہمی ربط" کے سلسلہ میں کتاب و سنت میں نسخ کے موضوع کو زیرِ بحث لاتے ہوئے نسخ کے چند اہم اصول بیان فرمائے:

۱۔ نسخ کے موضوع کی اہمیت کے پیشِ نظر آپ نے فرمایا، یہ موضوع اس قدر اہم ہے، کہ جب تک کسی شخص کو یہ علم نہ ہو کہ قرآنِ مجید میں ناسخ آیات کون سی ہیں اور منسوخ کون سی؟۔۔۔ کن معاملات میں نسخ ہوتا ہے اور کن میں نہیں ہوتا؟ اس وقت تک اس شخص کو عالم، محدث یا فقیہ نہیں کہا جا سکتا، جبکہ اکثر علماء ناسخ منسوخ کے بیان میں غلطی کر جاتے ہیں۔

نسخ کا لغوی معنیٰ تبدیل کرنا، نقل کرنا، منتقل کرنا، ختم کر دینا یا ضائع کر دینا ہے ۔۔۔ کتاب و سنت کی روشنی میں علماء نے نسخ کا جو معنیٰ بیان کیا ہے وہ یہ ہے کہ ایک شرعی حکم کا اٹھا دینا اور اس کی بجائے کسی دوسرے نئے شرعی حکم کا آجانا۔

۲۔ نسخ شروع سے چلا آ رہا ہے۔ ایک نبی کی شریعت کو دوسرا نبی منسوخ کرتا رہا ہے، حتیٰ کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی شریعت میں بھی پہلے سے موجود تمام شرعی احکام منسوخ ہو گئے، ماسوائے ان کے جن کو بدستور بحال رکھا گیا ۔۔۔ نسخ کی ضرورت یوں ہے کہ یہ انسانوں کی اصلاح کا ایک طریق کار ہے، مثلاً ایک خاص ضرورت کے تحت کوئی حکم آیا۔ لیکن جب یہ ضرورت پوری ہو گئی اور اس کی بجائے حالات کے مطابق کسی دوسرے حکم کی ضرورت ناگزیر

© rasailojaraid.com

© rasailojaraid.com

ہو گئی، تو پہلا حکم اُٹھا لیا گیا اور اس کی جگہ دوسرا حکم جاری کر دیا گیا۔

۳۔(ا) دین کبھی منسوخ نہیں ہوتا اور نہ آدم علیہ السلام سے رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم تک یہ کبھی منسوخ ہوا ہے ——— دین سے مراد اللہ تعالیٰ، انبیاء علیہم السلام فرشتوں، کتب الٰہی، حشر و نشر اور جنت و دوزخ پر ایمان لانا ہے۔

(ب) مکارمِ اخلاق میں بھی نسخ نہیں ہوتا، مثلاً سچ بولنا، خندہ پیشانی، خوش اخلاقی وغیرہ۔

(ج) اخبار و واقعات کبھی منسوخ نہیں ہوتے۔ مثلاً یوسفؑ کا واقعہ، اگر اس میں نسخ مان لیا جائے تو لامحالہ اسے غلط اور جھوٹا واقعہ قرار دینا پڑے گا۔

(د) نسخ صرف رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کی زندگی کے آخری لمحات تک ہے۔ اس کے بعد کوئی محدث، عالم یا فقیہ کسی چیز کے نسخ کا دعویٰ نہیں کر سکتا، چنانچہ جو مسئلہ کتاب و سنت سے ثابت ہے اور آپؐ کی زندگی کے آخری لمحات تک وہ منسوخ نہیں ہوا، اب منسوخ نہیں ہو سکتا۔

۴۔ قرآنِ مجید کی ایک آیت کسی دوسری آیت کو منسوخ کر سکتی ہے۔ مثلاً پہلے حکم تھا کہ جس عورت کا خاوند مر جائے، ایک سال عدت گزارے۔ بعد میں اس مدت میں تبدیلی ہوئی اور عدت چار مہینے دس دن ٹھہری۔!

۵۔ قرآنِ مجید سنت کو بھی منسوخ کر سکتا ہے ——— مثلاً بیت المقدس کی طرف منہ کر کے آپؐ کا نماز پڑھنا، یہ آپؐ کا عمل ہے، جس کو قرآنی حکم "فَوَلِّ وَجْهَكَ شَطْرَ الْمَسْجِدِ الْحَرَامِ" نے منسوخ کیا ہے۔

۶۔ سنت میں بھی نسخ ہو سکتا ہے، مثلاً آپؐ نے فرمایا:

"كُنْتُ نَهَيْتُكُمْ عَنْ زِيَارَةِ الْقُبُوْرِ"

بعد میں آپؐ نے اس کی اجازت دیتے ہوئے فرمایا:

"فَزُوْرُوْهَا!"

کہ "اب ان کی زیارت کر لیا کرو"!

کتاب و سنت کے باہمی ربط کے سلسلہ میں پروفیسر صاحب نے فرمایا:

سنت سے کتاب کا تعلق صرف تین طرح کا ہے، کوئی چوتھا تعلق ممکن نہیں۔

© rasailojaraid.com

(ا) بعض احادیث ایسی ہیں جن میں صرف قرآنِ مجید کی تائید ہے، مثلاً قرآن مجید نے سچ بولنے، جھوٹی شہادت نہ دینے کا حکم دیا ہے، اور سنت میں بھی یہ چیز موجود ہے۔

(ب) بعض احادیث ایسی ہیں جو قرآنِ مجید کی مجمل آیات کی تفسیر بیان کرتی ہیں، مثلاً قرآنی حکم صلوٰۃ، زکوٰۃ اور حج کی تفسیر احادیث سے معلوم ہوتی ہے۔

(ج) بعض احادیث ایسی ہیں جن میں ایسے احکام موجود ہیں، جن کے بارے میں قرآنِ مجید خاموش ہے۔

اس سلسلہ میں علماء کرام کی دو آراء ہیں:

پہلی رائے یہ ہے کہ قرآنِ مجید سے ایسے زائد احکام رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے قرآنِ مجید ہی کے بیان سے سمجھے ہیں۔

مثلاً آپؐ نے فرمایا: ایک نکاح میں خالہ اور بھانجی، پھوپھی اور بھتیجی جمع نہیں ہو سکتیں۔ یہ آپؐ نے قرآنِ مجید ہی کے بیان سے سمجھ کر بتلائی ہے —— قرآنِ مجید میں ہے:

" وَأَنْ تَجْمَعُوا بَيْنَ الْأُخْتَيْنِ!"

کہ دو بہنیں ایک نکاح میں جمع نہیں ہو سکتیں!"

—— اگر دو بہنوں میں سے ایک کو بھائی اور دوسری کو بہن سمجھ لیا جائے، تو چونکہ بھائی اور بہن کا نکاح آپس میں نہیں ہو سکتا، لہٰذا ایسی جتنی بھی صورتیں ہوں گی ان میں یہی اصول (ایک نکاح میں نہ جمع کرنے کا) کارفرما ہو گا —— پھوپھی اور بھتیجی میں سے اگر ایک کو مرد اور دوسری کو عورت تسلیم کر لیا جائے تو چونکہ چچا کا نکاح بھتیجی سے نہیں ہو سکتا لہٰذا پھوپھی اور بھتیجی ایک نکاح میں نہیں جمع ہو سکتیں —— وعلیٰ ہذا القیاس!

—— اسی طرح آپؐ نے وراثت میں دادی کے حصہ کو قرآنی حکم ماں کے حکم سے سمجھا ہے —— وغیرہ!

اور دوسری رائے یہ ہے کہ:

یہ زائد احکام بھی مستقل سنت اور مستقل احکام ہیں (لیکن یہ قرآنِ مجید کے ناسخ نہیں۔ کوئی صحیح حدیث قرآن کے خلاف نہیں اور نہ ہی سنت قرآن کو منسوخ کر سکتی ہے، تاہم اس سلسلہ میں جو حدیث بیان کی جاتی ہے وہ بالکل موضوع ہے —— اس حدیث کا ذکر مولانا عبدالسلام کیلانی کے خطاب میں مفصل آ رہا ہے)

© rasailojaraid.com

© rasailojaraid.com

مثلاً قرآنِ مجید میں یہ حکم موجود ہے کہ جو مرد اپنی بیوی کو طلاق دے دے تو وہ اب اس کے لیے اس وقت تک حلال نہیں جب تک کہ یہ عورت کسی دوسرے مرد سے نکاح نہ کرلے (اور مطلقہ یا بیوہ ہوجائے) —— "حَتّٰی تَنْکِحَ زَوْجًا غَیْرَہٗ" (القرآن)

—— نکاح سے مراد ایجاب و قبول ہے، لیکن رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے

. . . .

. . . . . . یہاں قرآنِ مجید سے زائد جو مسئلہ بیان فرمایا،

وہ یہ ہے کہ یہاں نکاح سے مراد ایجاب و قبول نہیں بلکہ حقوقِ زوجیت کا قیام ہے —— قاضی صاحب نے بتکرار فرمایا کہ اس میں نسخ کی بات نہیں، حدیث نے صرف قرآنِ مجید کے منشا کو بیان فرمایا ہے اور یہ مستقلاً زائد حکم بھی ہے —— لہٰذا کوئی حدیث نہ تو قرآن کی ناسخ ہے نہ اس کے خلاف!

باقی رہا سنت سے قرآنِ مجید کی تخصیص، تو یہ بھی نسخ نہیں (قاضی صاحب نے علامہ صاحب کے خطاب کا حوالہ دیتے ہوئے فرمایا کہ) خبر واحد تو بہت اونچی چیز ہے، قرآنِ مجید کی تخصیص تو قیاس سے بھی ہوسکتی ہے مثلاً

لونڈی زنا کرے تو اس کی سزا آزاد زانیہ عورت کی سزا سے قرآنِ مجید نے نصف بیان فرمائی ہے، اسی قرآنی حکم سے قیاس کرتے ہوئے غلام اگر زنا کرے تو اس کی سزا کا تعین بھی کیا جاسکتا ہے کہ اسے آزاد زانی مرد سے نصف سزا دی جائے گی —— اور اسی پر اجماع ہے، اگرچہ یہ قرآنِ مجید میں موجود نہیں! قاضی صاحب نے رجم کے سلسلہ میں علامہ صاحب کے نقطۂ نظر (کہ رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے سنت کے ذریعے قرآنِ مجید کی تخصیص کی ہے) سے اختلاف کرتے ہوئے کہا کہ یہ تخصیص نہیں، بلکہ قرآنِ مجید میں رجم کا حکم بھی موجود ہے اور کوڑوں کا حکم بھی —— رجم کے سلسلہ میں آپ نے سورۂ مائدہ کا حوالہ دیا کہ:

"وَكَيْفَ يُحَكِّمُوْنَكَ وَعِنْدَهُمُ التَّوْرٰىةُ فِيْهَا حُكْمُ اللهِ!"

اس آیت کا شانِ نزول اس حکم کی وضاحت کر رہا ہے، اور اس کے بعد —— "وَقَفَّيْنَا عَلٰٓى اٰثَارِهِمْ بِعِيْسَى ابْنِ مَرْيَمَ مُصَدِّقًا لِّمَا بَيْنَ يَدَيْهِ مِنَ التَّوْرٰىةِ" —— اور اس کے بعد "وَاَنْزَلْنَآ اِلَيْكَ الْكِتٰبَ بِالْحَقِّ مُصَدِّقًا لِّمَا بَيْنَ يَدَيْهِ مِنَ الْكِتٰبِ وَمُهَيْمِنًا عَلَيْهِ فَاحْكُمْ بَيْنَهُمْ بِمَآ اَنْزَلَ اللّٰهُ —— الاية" اس طرف اشارہ

© rasailojaraid.com

© rasailojaraid.com

ہے کہ رجم کا حکم تورات کے بعد انجیل میں بھی موجود رہا اور خود قرآن مجید میں بھی موجود ہے۔

(یہاں قاضی صاحب نے یہ وضاحت ضروری سمجھی کہ یہودیوں کے ہاں شادی شدہ اور غیر شادی شدہ کی سزا رجم ہی تھی، لیکن امتِ محمدیہ (علی صاحبہا الصلوٰۃ والسلام) پر اللہ تعالیٰ نے یہ احسان فرمایا کہ غیر شادی شدہ کے لیے اس میں تخفیف کر دی) —— اور یہی حال اعضاء اور زخموں کے قصاص کے حکم کا ہے کہ یہ صرف توراۃ کے حوالے سے قرآن مجید میں موجود ہے! جبکہ کوڑوں کی سزا کے سلسلہ میں قاضی صاحب نے سورۂ نور کی آیت کا حوالہ دیا:

"اَلزَّانِيَةُ وَالزَّانِي فَاجْلِدُوا كُلَّ وَاحِدٍ مِّنْهُمَا مِائَةَ جَلْدَةٍ"

قاضی صاحب نے فرمایا کہ رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے صرف ان دونوں حکموں کا انطباق کیا ہے، یہاں سنت سے قرآن کی تخصیص نہیں کی —— یعنی رجم کی آیت کا مدلول بھی بیان فرما دیا اور کوڑے مارنے والی آیت کا ملزم بھی متعین کر دیا کہ شادی شدہ زانی کو رجم کیا جائے اور غیر شادی شدہ کو کوڑے مارے جائیں۔

قاضی صاحب نے قرآن مجید سے سنت کے ان زائد احکام کے ذریعہ قرآن مجید کی تخصیص ہونے یا نہ ہونے کے بارے میں فرمایا کہ حنفیہ اس کو نہیں مانتے، لیکن حقیقت یہ ہے کہ ان سے تخصیص ہو سکتی ہے مثلاً حنفیہ دو مردوں کی گواہی یا ایک مرد اور دو عورتوں (فَرَجُلٌ وَّامْرَأَتَانِ —— قرآنی حکم) کی گواہی کے ہی قائل ہیں۔ لیکن حدیث میں ہے:

"قَضٰى رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ بِشَاهِدٍ وَّيَمِيْنٍ"

کہ "رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے (مالی معاملات میں) ایک گواہ (اور دوسری گواہی کے طور پر اسی گواہ کی) قسم کی بناء پر فیصلہ فرمایا!"

اور اس میں حکمت یہ ہے کہ مدعی اور مدعا علیہ کی حیثیت برابر ہے، لیکن ایک نے جب گواہ پیش کر دیا تو اس کا پلڑا بھاری ہو گیا!

الغرض (پروفیسر موصوف نے کتاب وسنت میں نسخ کے اہم پہلوؤں پر روشنی ڈالنے کے علاوہ کتاب وسنت کے باہمی ربط کی تفصیلات کا خلاصہ بیان کرتے ہوئے فرمایا کہ)

۱۔ حدیث (خبر واحد) قرآنِ مجید کی موید اور مؤکد ہے۔

۲۔ حدیث قرآنِ مجید کی مفسر ہے اور اس کا معنیٰ ومفہوم متعین کرتی ہے۔

© rasailojaraid.com